نظم ''اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے'' میں حفیظ جالندھری اپنے ان ہم وطنوں سے مخاطب ہیں جو کسی وجہ سے وطن سے دور چلے گئے ہیں۔ شاعر اپنے وطن کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرا وطن جنت کی طرح خوبصورت ہے جس کو دیکھ کر رشک آتا ہے۔ یہاں گل بھی موجود ہیں اور اتنے اچھے لوگ بھی موجود ہیں جن سے محبت کی جاسکتی ہے۔ جو نفیس بھی ہیں اور خوبصورت بھی۔ یہاں کے لوگ محبت کرنے والے اور خوش گفتار ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ یہاں دور قدیم کی یادگاریں موجود ہیں جو اپنی خستہ حالی کے باوجود بھی دیکھنے کے لائق ہیں۔ کاش تو ان ایک بار بھی نظارہ کرلیتا تو پتہ چل جاتا کہ اپنے وطن میں بھی سب کچھ ہے۔

دوسرے بند میں شاعر اپنی اعتدال پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ اپنے وطن میں ایک طرف شراب خانے ہیں تو دوسری طرف ولی صفت لوگ بھی موجود ہیں۔ اگر زندگی کے ہنگامے ہیں تو وہیں خاموشیاں بھی ہیں۔ اگر بہار کی لذت ہے تو وہیں خزاں کا رنگ بھی ہے۔ اگر وسیع وعریض پرسکون سمندر بھی ہے تو وہیں بہتے ہوئے دریا بھی ہیں۔ جو کچھ وہاں ہے سب یہاں بھی موجود ہے تو پھر بیکار مارے مارے پھرنے کی وجہ کیا ہے۔ اپنے وطن میں سب کچھ موجود ہے۔

تیسرے بند میں شاعر کہہ رہا ہے کہ اپنے وطن کے دن رات نرالے اور انوکھے ہیں۔ یہاں چاند اور سورج نور کے غبارے معلوم ہوتے ہیں۔ بہتی ہوئیں ندیاں گویا آب حیات ہیں۔ دنیا کے اونچے پہاڑ ہمارے دیس میں ہیں۔ باغ کے پھول اور آسمان کے تارے سب میرے اور تمہارے منتظر ہیں۔ اپنے وطن میں سب کچھ موجود ہے۔

چوتھے بند میں شاعر دیار غربت میں رہنے والوں کو ان کی زندگی کی سب سے قیمتی شئے یعنی ماں کے وجود کا احساس دلاتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ وہ سیدھی سادی مائیں جو اپنے آپ کو بچوں کے لیے وقف کردیتی ہیں جو بچوں کے سارے تکالیف کو اپنے آنچل میں سمیٹ لیتی ہیں۔ شاعر یہاں سوالیہ انداز میں ماں کو چھوڑ کر جانے والے ان نوجوانوں سے پوچھ رہا ہے کہ کب تک ان کی وفاؤں کو بھولے رہو گے۔ کب تک ان پر زیادتی کرو گے اور ان کو کس کے سہارے چھوڑ و گے؟